Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون ۴۹ ۴

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم ھفتہ

The Daily ALFAZL RABWAH

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

قیمت فی پرچہ ۱۵ پیسے

جلد ۶۳/۲۸ | ۱۴ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۹۴ھ ۶ روفا ھ ۱۳۵۳ھ ۶ رجولائی سنہ ۱۹۷۴ء | نمبر ۱۵۴

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۶ روفا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ :-

طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے، الحمدللہ

احبابِ جماعت حضور ایدہ اللہ کی صحت وعافیت اور درازیٔ عمر کے لئے توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں +

ربوہ ۶ روفا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کل نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں پڑھائی۔ خطبۂ جمعہ میں حضور نے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے امراء اضلاع جماعتہائے احمدیہ کی طلب کردہ میٹنگ کے ضمن میں اس امر کا ذکر فرمایا کہ اِس موقع پر حضور کو امراء اضلاع سے انفرادی ملاقاتوں کے دوران ان کے ہاں کے حالات کا علم ہوا۔

اِن ملاقاتوں اور میٹنگ میں حضور نے انہیں جو نصائح فرمائیں اور ہدایات دیں انکا ذکر کرتے ہوئے حضور نے بتایا پہلی بات یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرض کی رُو سے ہمیشہ قانون کے پابند رہے ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ رہیں گے۔ خواہ حالات کچھ ہی صورت کیوں نہ اختیار کریں ہر صورت اور ہر حال میں قانون کی پابندی ایک شہری فرض ہی کی نہیں ہمارے لئے ایک مقدس مذہبی فریضہ کی بھی حیثیت رکھتی ہے اور ہم اس فریضہ کو کما حقہٗ ادا کریں گے۔ اس فریضہ سے سرِمُو انحراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کے جو افسران فتنہ وفساد کو روکنے اور امن قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں احبابِ جماعت کا فرض ہے کہ وہ ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں کیونکہ فتنہ وفساد سے بہرحال ملک کو نقصان پہنچتا ہے اور ملک کو نقصان سے محفوظ رکھنا ہر شہری کا فرض ہے اور ہم پر بدرجہ اولیٰ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم فتنہ وفساد مٹانے میں افسرانِ حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرکے ملک کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیں۔ ہمارے نزدیک ہم ملک کے سب سے زیادہ محبِّ وطن ہیں۔ ہم نے ۱۹۴۷ء میں اور اس کے بعد بھی پاکستان کے لئے جانی و مالی قربانیاں دی ہیں۔ یہ ہمارا اسی طرح وطن ہے جس طرح دوسرے محبِّ وطن شہریوں کا وطن ہے۔ ہم یہیں رہیں گے اور یہیں مریں گے۔ ہم اپنے وطنِ عزیز پاکستان کی خدمت کریں گے اور انشاء اللہ اسے جنّت کا نمونہ بنائیں گے اور ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری ان خواہشات اور تمنّاؤں کو اپنے فضل سے پورا کرے گا۔

(باقی صلہ پر)

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ہم اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں

یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسُولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

(۱) "ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوّت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسُولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔۔۔۔ سو آخری وصیّت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسُول نبی اُمّی کی پیروی سے پائی ہے۔ اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیّت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے انہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خُدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خُدا سب اس کے پیروں کے نیچے کُچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مُبارک ہوگا اور الٰہی قوّتیں اُس کے ساتھ ہوں گی۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔" (سراجِ منیر صفحہ ۸۲)

(۲) "دُنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خُوب تر اس مردِ خُدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النّبیّ۔ یا ایّھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًا۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۲۸۸)

پبلشر: مسعود احمد ٭ پرنٹر: سید عبدالحی ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت: دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفضل ربوہ

مورخہ ۶ ماہِ وفا ۱۳۵۳ ہش

ترقی اور غلبہ کے ضامن مومنانہ اوصاف

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں مومنوں کے ساتھ اپنی تائید و نصرت، کامیابی و ترقی اور فتح و غلبہ کے عظیم الشان وعدے کئے ہیں اور یہاں تک فرمایا ہے کہ مومنوں کی مدد کرنا اور انہیں اپنی تائید و نصرت سے نوازنا ہمارا فرض ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الروم آیت ۴۸)

ترجمہ:- اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے تھے پس وہ ان کے پاس کھلے کھلے نشان لے کر آئے اور ہم نے مجرموں سے مناسب بدلہ لیا۔ اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔

اسی طرح مومنوں کو غلبہ کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:-

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آلِ عمران آیت ۱۴۰)

ترجمہ:- اور تم کمزوری نہ دکھاؤ اور نہ غم کرو اور اگر تم مومن ہو تو تم ہی بالا رہو گے۔

لیکن یہ اور اس قسم کے تمام دوسرے وعدے اُن مومنوں کے ساتھ ہیں جو ایمان کی جملہ صفات سے پوری طرح متصف ہوں۔ سو اس لحاظ سے تائید و نصرت کامیابی و کامرانی اور فتح و غلبہ کے وعدے مومنانہ صفات کے ساتھ مشروط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان اوصاف کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے تاکہ ایمان والے اپنے آپ کو ان اوصاف سے متصف کر کے تائید و نصرت، کامیابی و کامرانی، ترقی و عروج اور فتح و غلبہ کے قرآنی وعدوں کا مورد بنا سکیں۔

یوں تو یہ اوصاف بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قرآن مجید میں متعدد جگہ علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے لیکن اس نے ان میں سے بعض اوصاف کا سورۃ المومنون میں یکجائی طور پر ذکر کر کے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو مومن اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کر لیں گے، وہ ضرور فلاح پائیں گے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ان اوصاف سے متصف ہوں اور پھر بھی کامیابی و کامرانی اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت انہیں حاصل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ان اوصاف اور فلاح کی ضمانت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المومنون آیات ۲ تا ۱۲)

ترجمہ:- (کامل) مومن اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ وہ مومن جو اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ (باقاعدہ) دیتے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوئے پس ایسے لوگوں کو کسی قسم کی ملامت نہیں کی جائے گی اور جو اس کے سوا کسی اور بات کی خواہش کریں تو وہ لوگ زیادتی کرنیوالے ہوں گے۔ اور وہ لوگ (یعنی کامل مومن) جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ اصل وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔

ان آیات میں واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ کون سے اوصاف ہیں جن سے مومنوں کا متصف ہونا انہیں اس امر کا مستحق بنا دیتا ہے کہ تائید و نصرتِ الٰہی، کامیابی و کامرانی اور فتح و غلبہ کے قرآنی وعدے ان کے حق میں پورے ہوں۔ جب تک مومن اپنے آپ کو ان اوصاف سے متصف نہیں کرتے یہ وعدے ان کے حق میں پورے نہیں ہوتے۔ یہ آیات فی الاصل ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہیں کہ جب بھی مسلمان اپنے آپ کو ان اوصاف سے متصف کر لیں گے وہ دنیا میں بامراد ہوتے چلے جائیں گے اور انہیں غلبہ اور بالادستی حاصل ہو کر رہے گی۔ چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان آیات کی تفسیر میں اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ان آیات میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ جن مسلمانوں میں یہ اوصاف پائے جائیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت ظاہر داری سے نہیں کرینگے بلکہ دلی خشوع اور انتہائی عجز و انکسار اور پوری فروتنی کے ساتھ اُس کی یاد میں مشغول رہیں گے اور ایسے تمام کاموں سے بچیں گے جن سے ان کی ذات یا قوم یا ملک کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار رہیں گے، اور اپنے اُن تمام راستوں کو بند کریں گے جن کے ذریعہ سے خرابیاں انسانی قلب میں داخل ہوتی ہیں بالخصوص وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں گے اور سوائے جائز ذرائع کے اور کسی طرح اپنی عفت پر حرف نہیں آنے دیں گے، اور جو اُن ذمہ داریوں کو پورا کریں گے جو اُن کے سپرد کی جائیں گی، اور جو معاہدے وہ دوسری قوموں سے کریں گے ان کو توڑیں گے نہیں، اور جو انفرادیت کو ملت کے تابع کر دیں گے اور قومیت کا جذبہ اُبھاریں گے ـــــ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی تائید ان کو حاصل ہو گی۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ ۱۲۰)

اسلامی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اوصاف سے پوری طرح متصف رہے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت انہیں حاصل رہی اور وہ دنیا میں ترقی کرتے چلے گئے اور تمام اقوام عالم پر انہیں غلبہ اور بالادستی حاصل ہوتی چلی گئی اور یہ عظیم الشان قرآنی پیشگوئی بڑی شان سے ان کے حق میں نہ صرف پوری ہوئی بلکہ نسلاً بعد نسلٍ پوری ہوتی رہی۔ لیکن صدیوں بعد جب وہ ان اوصاف سے عاری ہو گئے تو پھر تائید و نصرت اور فتح و غلبہ کے قرآنی وعدوں کے پورا ہونے کا تسلسل بھی منقطع ہو گیا۔ ان اوصاف سے عاری ہونے کی صورت میں یہ تسلسل قائم رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ پس زوالِ اُمّت کی تاریخ فی الاصل ان اوصاف سے از خود محرومی ہی کی تاریخ ہے۔ زوال کی یہ ترقی پذیر کیفیت محض ظاہری جوش و خروش اور حُبِّ رسولؐ کے زبانی دعووں سے دُور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ ان مومنانہ اوصاف کا از سرِ نو احیاء عمل میں آتا۔ سو پیشگوئیوں کے بموجب بعثتِ مسیح موعودؑ کے ذریعہ ان اوصاف کا احیاء عمل میں آیا اور آج ان اوصاف کے احیاء ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام ان اوصاف سے متصف انسانوں کی بے لوث خدمات کے ذریعہ چار دانگِ عالم میں پھیل رہا ہے اور پھیلتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ پوری دُنیا پر غالب آئے بغیر نہ رہے گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نماز کی اہمیت اور اُس کے فوائد

از افادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کے اعلیٰ درجہ کی طرف مومنوں کو توجہ دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں اصل مقام یہ ہے کہ تو نماز پڑھتے وقت یہ سمجھے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ یہاں بھی کَاَنَّکَ تَرَاہُ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اب اس کے بھی یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ تو فرض کر لے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ یہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ اوّل تو جو چیز ہے ہی نہیں۔ اس کے متعلق کسی نے سمجھا ہی کیا ہے۔ اگر کوئی ایسا کمزور دل ہو جو اپنے دل پر بار بار اثر ڈالنے کی کوشش کرے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں تو اس کا فائدہ کیا ہو سکتا ہے۔ پس کَاَنَّکَ تَرَاہُ کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے کہ تو یہ فرض کر لے کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے درحقیقت اس کے معنے یہ ہیں کہ پہلا مقام حاصل ہو جانے کے بعد مومن ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانات کی حقیقت اس پر واضح ہو جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے سلوک اور اس کے رحم و کرم کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیتا ہے۔ پس نماز کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے یہ یقین کامل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اس کے یہ معنے نہیں کہ جیسے ہندو کہتے ہیں کہ انسان عبادت کے وقت یہ سوچنا شروع کر دے کہ ایک بُت جو اُس کے سامنے ہے وہ خدا ہے اسی طرح وہ مسلمان بھی یہ سوچنا شروع کر دے کیونکہ

اسلام

وہم نہیں سکھاتا اسلام کوئی جھوٹا تصور انسانی ذہن میں پیدا نہیں کرتا۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تمہیں اس امر کی معرفت حاصل ہو کہ تم سے نیک سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ نیک سلوک کرتا ہے اور تم سے بُرا سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ بُرا سلوک کرتا ہے۔ اگر تم کو بھی یہ نظر آ جائے اور تم کو بھی یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ جس نے تمہارے ساتھ نیک سلوک کیا تھا اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے نیک سلوک کیا اور جس نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بُرا سلوک کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری محبت الٰہی کامل ہو جائے گی اور تمہاری نماز اپنی ذات میں مکمل ہو جائے گی۔ غرض اسلام واہمہ کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام ہمیں یقین اور معرفت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی نمازوں کو اس طرح سنوار کر ادا کریں اور انہیں اتنا اعلیٰ اور اچھا درجہ کا بنائیں کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ ہم سے اتنا تعلق رکھے کہ ہمارے ساتھ حسن سلوک کرنے والے سے وہ حسن سلوک کرے اور ہمارے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے سے وہ بُرا سلوک کرے اور دوسری طرف ہماری اپنی آنکھیں اتنی روشن ہوں اور ہمارے دل میں اتنا نور بھرا ہو کہ ہم کو خود بھی نظر آ جائے کہ خدا تعالیٰ نے ہماری تائید میں اپنے نشانات ظاہر کئے ہیں۔ جب یہ مقام کسی کو حاصل ہو جاتا ہے تو وہ ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے روشن نشانات اس کی تائید میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور وہ اس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ خدا اُسے ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نشانات کو دیکھ رہا ہوتا ہے وہ اس کے حسن سلوک اور انعامات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے اور وہ اس یقین پر مضبوطی سے قائم ہوتا ہے کہ دنیا اُسے چھوڑ دے مگر خدا اُسے نہیں چھوڑے گا نادان اس کو نہیں سمجھ سکتا مگر وہ جس نے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو وہ ایسی مضبوط چٹان پر قائم ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے عزم کو متزلزل نہیں کر سکتی۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جو نماز نہیں پڑھتا اس لئے نہیں کہ وہ نماز کا قائل نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اگر ہم نماز نہیں پڑھیں گے تو وہ ہمیں بخش دے گا آخر اس نے گناہ گاروں کو ہی بخشنا ہے اگر گناہ کرنے والے نہ ہوئے تو وہ بخشے گا کن کو۔ یہ جواب غلط ہے یا صحیح اس کے متعلق بحث نہیں۔ بہرحال یہ ایک جواب ہے جو انہوں نے سوچا ہوا ہے لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو سمجھتا ہے کہ یہ احکام پرانے زمانہ میں محض عربوں کی اصلاح کے لئے دئے گئے تھے۔ عرب لوگ بالکل وحشی تھے اور وہ گندے اور غلیظ رہتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیدیا کہ تم اپنے کپڑوں اور بدن کو صاف رکھا کرو اسی طرح ان میں کوئی تنظیم نہیں تھی وہ بالکل پراگندہ حالت میں تھے اسلام نے ان کو حکم دے دیا کہ وہ پانچ وقت مسجد میں اکٹھے ہو جایا کریں اس طرح گویا ہر نماز کا حکم دیا گیا۔ مگر در اصل یہ غرض تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے ڈر کے مارے جب مسجد میں آئیں گے اور انہیں قوم اور ملک کے حالات سنائے جائیں گے تو ان میں سیاسی بیداری پیدا ہو جائے گی اور وہ دنیا پر غالب آنے کی کوشش کریں گے مجھے یاد ہے میں بچہ تھا کہ میں نے ایک اخبار میں ایک دفعہ اسی کے متعلق ایک مضمون پڑھا ایک صاحب جو مسلمانوں کے لیڈر سمجھے جاتے تھے اور یورپ اور امریکہ میں تعلیم حاصل کر کے آئے تھے انہوں نے واپس آنے پر علی گڑھ میں ایک لیکچر دیا جو اخبار میں شائع ہوا اور میں نے بھی پڑھا اس لیکچر میں انہوں نے بیان کیا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور پانچ وقت مسجد میں باجماعت ادا ہونی چاہیئے در اصل ایسا کہنے والے حقیقت پر غور نہیں کرتے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے پرانے زمانہ کے لحاظ سے اُسکے احکام اور رنگ رکھتے تھے اور اس زمانہ کے لحاظ سے اس کے احکام اور رنگ رکھتے ہیں۔ بیشک احکام وہی باقی رہیں گے مگر حالات کے لحاظ سے ان کی ہیئت بدلتی چلی جائیگی۔ عرب لوگ جاہل تھے وہ ننگے پاؤں پھرتے تھے کپڑے ان کے پاس بہت کم ہوا کرتے تھے اسلئے ان کو سجدہ و رکوع کا حکم دیدیا گیا مگر اب وہ زمانہ ہے کہ اگر سجدہ کیا جائے یا رکوع کے لئے جھکا جائے تو پتلونوں کی کریزیں بالکل خراب ہو جاتی ہیں اس زمانہ میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو وہ یقیناً اس حکم پر زور نہ دیتے اور یقیناً وہ یہی کہتے کہ بنچ پر بیٹھے بیٹھے اگر سر جھکا لیا جائے تو اتنا ہی کافی ہے رکوع اور سجدہ کی کوئی ضرورت نہیں اسی طرح روزہ ہے یہ روزہ ان لوگوں کے لئے ہے جو بھوکے مر جاتے ہیں عرب لوگ وحشی تھے اور وہ اپنے معدوں کا خیال نہیں رکھتے تھے اسلئے اسلام نے انہیں روزوں کا حکم دیدیا مگر اب تہذیب کا دور دورہ ہے اب لوگ اپنے معدہ کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں اب اگر صبح و شام صرف ناشتہ کر لیا جائے اور کیک بسکٹ کھا لئے جائیں لیکن دن بھر کچھ نہ کھایا جائے تو روزہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے غرض مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ان عبادات کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ آؤٹ آف ڈیٹ (Out of date) ہیں موجودہ زمانہ میں ان کی ضرورت نہیں اور ایک طبقہ ایسا ہے جو کہتا ہے کہ نماز تو دل کی ہی نماز ہے۔ ظاہری حرکات کی کیا ضرورت ہے حقیقت یہ ہے نماز ظاہری بھی ہے اور دل کی بھی اور ان دونوں چیزوں کا مجموعہ انسان کے لئے برکت کا موجب بنتا ہے اگر ہم دل میں خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہیں مگر ظاہر میں نماز نہیں پڑھتے تو ہمارا دل سے خدا خدا کہنا محض دعویٰ اور فریب ہوگا کیونکہ محبوب کی بات ماننا [illegible] عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف تو ہم خدا تعالیٰ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور دوسری طرف ہم اپنی محبت کا کوئی ثبوت پیش کرنے کے لئے تیار نہیں [illegible] کوئی نماز نہیں [illegible] جیسے ورزش سے جسم مضبوط ہوتا ہے اسی طرح نماز سے انسان کا جسم بھی مضبوط ہوگا [illegible] پیدا نہیں ہوگا [illegible] مجھے [illegible] یاد [illegible] تعلقات تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں نے اس سے کہا کہ تمہارے مسلمانوں سے دیر سے تعلقات چلے آرہے ہیں۔ کبھی تم نے اُن کے دین پر بھی غور کیا۔ وہ کہنے لگا سب مذاہب اچھی باتیں کہتے ہیں۔ ہمارا مذہب بھی اچھا ہے، اور آپ کا مذہب بھی اچھا ہے۔ میں نے کہا۔ اگر سب میں ایک جیسی اچھی باتیں ہیں۔ تو پھر تم مسلمانوں کے ساتھ مل کیوں نہیں جاتے۔ آخر کوئی نہ کوئی فرق ہی ہے جس کی وجہ سے تم ہندو ہو اور ہم مسلمان۔ اگر ان دونوں مذاہب میں ایک جیسی باتیں پائی جاتی ہیں تو یا تم مسلمان بن جاتے یا ہم ہندو بن جاتے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی فرق ضرور تسلیم کرنا پڑے گا جس کی وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنا علیحدہ وجود قائم رکھنا چاہیئے پھر میں نے اس سے کہا کہ کبھی تم نے نماز اور دیگر عبادات کا اپنے مذہب کی عبادات سے مقابلہ کیا اور یہ دیکھا۔ کہ ان میں سے کونسی عبادت زیادہ بہتر ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ کعبہ اور دیر تو دونوں دل میں ہیں کسی ظاہری نماز کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے اس سے اس سے پوچھا۔ فرمایئے آپ شادی شدہ ہیں۔ اُس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا بچے بھی ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بچے بھی ہیں۔ میں نے کہا آپ نے کبھی بیوی بچوں کو پیار بھی کیا ہے۔ اس نے کہا۔ کیوں نہیں کیا۔ میں نے کہا اصل پیار تو دل میں ہوتا ہے پھر آپ ظاہر میں پیار کیوں کرتے ہیں اسی لیے کہ آپ سمجھتے ہیں۔ اس پیار کی کوئی ظاہری علامت بھی ہونی چاہیئے اگر بیوی سے پیار کرنے کے لیے آپ صرف دل کا پیار کافی نہیں سمجھتے۔ بچوں سے پیار کرنے کے لیے صرف دل کا پیار کافی نہیں سمجھتے۔ بلکہ انہیں بوسہ بھی دیتے ہیں تو خدا کے پیار کے معاملہ میں یہ آپ کیوں کہتے ہیں کہ کعبہ اور دیر تو دونوں دل میں ہیں کسی ظاہری عبادت کی ضرورت نہیں۔

بات یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں چیزیں مل کر انسان کو کامل بناتی ہیں۔ اگر یہ دونوں چیزیں ملائی نہ جائیں تو کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر اچھی سے اچھی چیز آپ لوگ ایسے برتن میں ڈالیں گے جو غلیظ ہوگا۔ تو وہ چیز بھی غلیظ ہو جائے گی، اور اگر بغیر برتن کے اس چیز کو لیں گے تو وہ گر جائے گی۔ گویا برتن کی بھی ضرورت ہے اور پھر اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ وہ برتن اچھا ہو اور اس کے اندر کوئی اچھی چیز ہو۔ اسی طرح نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ اور دوسری عبادتوں کا حال ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ادھر یہ فرمایا ہے۔ کہ قربانی کرو۔ مگر اُدھر یہ بھی فرمادیا ہے کہ تم یہ مت سمجھو کہ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو پہنچتا ہے خدا کو صرف دل کا اخلاص پہنچتا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ قربانی کا گوشت اور خون خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچتا خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ قربانی نہ کرو۔ بلکہ کہا ہے کہ قربانی تو کرو مگر یہ سمجھتے ہوئے کرو کہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے محبوب کی بات پوری کرنے کے لیے اور اُن مقاصد کی تکمیل کے لیے جو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ قربانی کر رہا ہوں۔ مثلاً وہ غریب آدمی جو فاقے کرتا ہے یا وہ غریب آدمی جو ہمیشہ دال روٹی کھاتا ہے۔ اس ذریعہ سے اُسے بھی گوشت مل جاتا ہے گویا دال بھی ثابت ہوتا ہے۔ ہمسایوں اور غرباء کے لیے محبت کے جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا حکم بھی پورا ہو جاتا ہے۔ پس مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نماز باجماعت کا پابند بنانے کی کوشش کریں۔

جو شخص اپنے محبوب کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کی یاد اپنے دل میں تازہ نہیں رکھتا۔ وہ یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے اپنے محبوب سے محبت ہے سچی محبت ہمیشہ اپنے ساتھ بعض ظاہری علامات بھی رکھتی ہے اور محبت کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ انسان اُٹھتے بیٹھتے اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس کی یاد اپنے دل میں تازہ رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے کسی عزیز کو یاد کر لیتا ہے تو اس کی محبت دل میں تازہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کی صورت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں:-

اَلْمَکْتُوْبُ نِصْفُ الْمُلَاقَاۃِ

یعنی جب انسان اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کو خط لکھتا ہے۔ تو گویا وہ اس سے نصف ملاقات کر لیتا ہے جب وہ السلام علیکم لکھتا ہے۔ اور پھر وہ اپنے حالات بتاتا ہے۔ اور اس کے حالات دریافت کرتا ہے تو ایک رنگ میں وہ ایک دوسرے کے سامنے ہو جاتے ہیں اور ان کی محبت تازہ ہو جاتی ہے۔ گویا جس طرح ملاقات سے آپس کے تعلقات بڑھتے ہیں۔ اسی طرح خط لکھنے سے بھی آپس کے تعلقات بڑھتے ہیں اور خط لکھنا ملاقات کا قائم مقام ہو جاتا ہے نماز بھی خدا تعالیٰ کی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے۔

اور چونکہ نماز خدا تعالیٰ کی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے اسلام نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ انسان تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خدا تعالیٰ کا نام لے اور نماز کے لیے کھڑا ہو جائے۔ خواہ جنگ ہو رہی ہو دشمن گولیاں برسا رہا ہو۔ پانی کی طرح خون بہہ رہا ہو۔ پھر بھی اسلام یہ فرض قرار دیتا ہے کہ جب نماز کا وقت آجائے تو اگر ممکن ہو مومن اُسی وقت اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائے۔ نہایت خطرناک حملہ کی صورت میں وہ نمازیں جو جمع نہیں کی جاسکتیں۔ ان کو بھی جمع کرنے کا حکم ہے۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر چار نمازیں جمع کی ہیں۔ بیشک جنگ کی وجہ سے نماز کی ظاہری شکل بدل جائے گی۔ لیکن یہ جائز نہیں ہوگا کہ نماز ہی ضائع کیا جائے۔ مگر آجکل مسلمانوں میں جہاں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ وہاں ان میں ایک نقص یہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ وہ ریل میں بیٹھے آرام سے سفر کر رہے ہوں گے مگر نماز نہیں پڑھیں گے اور جب پوچھا جائے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو کہیں گے۔ سفر میں کپڑوں کے پاک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم نماز نہیں پڑھتے۔ حالانکہ سفر تو الگ رہا۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اگر سر سے پیر تک کسی شخص کے کپڑے پیشاب میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ اور اس کے پاس اور کپڑے نہ ہوں جن کو بدل سکے اور نماز کا وقت آجائے۔ تو وہ انہی پیشاب آلودہ کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لے یا اگر پردہ ہے تو کپڑے اتار کر ننگے جسم کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ اور یہ پرواہ نہ کرے کہ اس کے کپڑے پاک نہیں یا جسم پر کوئی کپڑا نہیں۔ کیونکہ نماز کی اصل غرض یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خدا تعالیٰ کا نام لیا جائے اور اس طرح اس کی یاد اپنے دل میں تازہ کی جائے۔ جس طرح گرمی کے موسم میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد انسان ایک ایک دو دو گھونٹ پانی پیتا رہتا ہے تاکہ اس کا گلا تر رہے اور اس کے جسم کو طراوت پہنچتی رہے۔ اسی طرح کفر اور بے ایمانی کی گرمی میں انسانی روح کو حلاوت اور تر و تازگی پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نماز مقرر کی ہے تاکہ وہ گرمی اس کی روح کو جھلس نہ دے اور اس کی روحانی طاقتوں کو مضمحل نہ کردے خدا تعالیٰ کا نام لینے سے اس کی محبت تازہ ہو جاتی ہے۔ فرشتے قریب آتے ہیں اور شیطان دور بھاگتا ہے بیشک حکم یہی ہے کہ کپڑے پاک رکھو۔ لیکن فرض کرو کسی کے پاس اور کپڑے نہیں تو بھی اس کے لیے یہ اجازت نہیں ہوگی۔ کہ وہ نماز نہ پڑھے۔ بلکہ اسے یہی کہا جائے گا کہ خواہ تمہارے کپڑے گندے اور ناپاک ہیں پھر بھی تم انہی گندے اور ناپاک کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لو مثلاً کسی شخص کے پاس صرف ایک ہی تہ بند ہے اور اُسے شبہ ہے کہ وہ تہ بند پاک نہیں رہا۔ تو اس کے متعلق شریعت کا یہ حکم نہیں ہوگا کہ وہ نماز نہ پڑھے بلکہ اُس کے متعلق حکم یہ ہوگا کہ وہ اسی تہ بند کے ساتھ نماز پڑھ لے کیونکہ کپڑوں کی پاکیزگی سے دل کی پاکیزگی بہرحال مقدم ہے۔ مگر ہمارے ملک میں لوگ کپڑوں کا تو خیال رکھتے ہیں اور اپنے دل کو ناپاک ہونے دیتے ہیں۔ اگر ہم کپڑے کی ناپاکی کا خیال کرکے نماز چھوڑ دیتے ہیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم کپڑے کے پاک کرنے کا خیال تو کرتے ہیں لیکن اپنے دل کو پاک کرنے کا خیال نہیں کرتے۔ اور یہ سراسر حماقت ہے۔ پس اس وقت جو کپڑا میسر ہو اسی کے ساتھ نماز پڑھ لینا جائز ہوگا۔ مگر یہ جائز نہیں ہوگا کہ کپڑے کی ناپاکی کے خیال سے اپنے دل کو ناپاک کر لیا جائے اور نماز کو چھوڑ دیا جائے

(باقی)

درخواستِ دُعا

مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب سابق مبلغ مشرقی افریقہ پاؤں پر ایک زخم کی وجہ سے قریباً ڈیڑھ ماہ سے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں زیر علاج ہیں۔ ذیابیطس کے مریض ہونے کی وجہ زخم مندمل نہیں ہو رہا۔ احباب سے ان کی کامل و عاجل صحت کے لیے دُعا کی درخواست ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاریخ اسلام

حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمام میں سے حضرت حمزہ رضؓ کو آپؐ سے خاص محبت تھی وہ آپؐ سے صرف دو تین برس بڑے تھے اور ساتھ کے کھیلے تھے۔ دونوں نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپؐ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کا مذاقِ طبیعت سپہ گری اور شکار افگنی تھا۔ معمول تھا کہ منہ اندھیرے تیر کمان سے نکل جاتے۔ دن بھر تمام دن شکار میں مصروف رہتے، شام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے۔ طواف کرتے۔ قریش کے رؤساء صحنِ حرم میں الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ ان میں سے صاحب سلامت کرتے۔ کبھی کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے۔ اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا اور سب لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفین جس بے رحمی سے پیش آتے تھے۔ بیگانوں سے بھی دیکھا نہ جا سکتا تھا۔ ایک دن ابوجہل نے رُو در رُو آپؐ کے ساتھ نہایت سخت گستاخیاں کیں۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؓ شکار سے آئے تو اس نے تمام ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ غصہ سے بے تاب ہوگئے۔ تیر و کمان ہاتھ میں لئے حرم میں آئے اور ابوجہل سے کہا "میں مسلمان ہوگیا ہوں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوشِ حمایت میں انہوں نے اسلام کا اظہار تو کر دیا لیکن گھر پر آئے تو متردد تھے کہ آبائی دین کو دفعۃً کیونکر چھوڑ دوں۔ تمام دن سوچتے رہے۔ بالآخر غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دینِ برحق یہی ہے۔ دو ہی چار روز کے بعد حضرت عمرؓ بھی اسلام لائے۔

حضرت عمرؓ کا ستائیسواں سال تھا کہ آفتابِ رسالت طلوع ہوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے گھرانے میں زید کی وجہ سے توحید کی آواز نامانوس نہیں رہی تھی چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید اسلام لائے۔ سعید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ اسی خاندان میں ایک اور معزز شخص نعیم بن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بے گانہ تھے۔ ان کے کانوں میں جب یہ صدا پہنچی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قبیلہ میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے ان کے دشمن بن گئے۔ لبینہ ان کے خاندان کی کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔ لبینہ کے سوا جس جس پر قابو چلتا تھا زد و کوب سے دریغ نہیں کرتے تھے لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جس کو چڑھ جاتا تھا اُترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کر سکے۔ آخر مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود بانیٔ اسلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ کارکنانِ قضاء نے کہا۔ ع

آمد آں یارے کہ ما میخواستیم

راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو خود تمہارے بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے ہاں پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ ان کی آہٹ پا کر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا لئے لیکن آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہوگئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریبان ہوگئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہوگیا لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی بولیں کہ "عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا"۔ ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا ان کے جسم سے خون جاری تھا۔ یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا۔ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔ اُٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو بے اختیار پکار اُٹھے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمدؐ خدا کے پیغمبر ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے مکان میں جو کوہِ صفا کے تلے میں واقع تھا پناہ گزین تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی۔ چونکہ شمشیر بکف گئے تھے صحابہؓ کو تردد ہوا لیکن حضرت امیر حمزہؓ نے کہا۔ "آنے دو۔ مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اسی کا سر قلم کر دوں گا"۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا کیوں عمر! کس ارادے سے آیا ہے؟ نبوت کی پُر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا کہ "ایمان لانے کیلئے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے ساختہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پکار اُٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور سے اَللّٰهُ اَکْبَرُ کا نعرہ بلند کیا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے نے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا۔ اس وقت تک اگرچہ چالیس پچاس آدمی اسلام لا چکے تھے عرب کے مشہور بہادر حضرت حمزہ سید الشہداء نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی علانیہ نہیں ادا کر سکتے تھے اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کے ساتھ دفعۃً یہ حالت بدل گئی انہوں نے علانیہ اسلام ظاہر کیا۔ کافروں نے اول اول بڑی شدت کی۔ لیکن وہ ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کعبہ میں جا کر نماز ادا کی۔ ابن ہشام نے اس واقعہ کو عبداللہ ابن مسعود کی زبانی ان الفاظ میں روایت کیا ہے:۔

فَلَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ قَاتَلَ قُرَيْشًا حَتّٰى صَلّٰى عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ

جب عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور اُن کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اتفاق سے عاص بن وائل آنکلا۔ اس نے پوچھا کیا ہنگامہ ہے۔ لوگوں نے کہا عمر مرتد ہوگئے۔ عاص بن وائل نے کہا۔ اچھا تو کیا ہوا۔ میں نے عمر کو پناہ دی۔ یہ سن کر لوگ ہٹ گئے۔"

(سیرۃ النبی مصنفہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۲۲۳ تا ۲۲۷)

دعائے مغفرت

مکرم عطا محمد خاں صاحب قیصرانی سکنہ بستی مرانی بستی قیصرانی مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم نے سنہ ۱۹۲۳،۲۴ء میں احمدیت قبول کی تھی اور اپنے گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ بڑے مخلص اور فدائی تھے۔ چندوں میں بڑھ کر باقاعدہ تھے۔ جلسہ سالانہ پر عموماً حاضر ہوتے۔ سلسلہ سے دلی لگاؤ تھا۔

مرحوم کے پسماندگان میں چار لڑکے (جن میں سے دو شادی شدہ اور برسر روزگار ہیں) دو لڑکیاں (شادی شدہ) اور ایک سوگوار بیوہ شامل ہیں۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(عبدالواحد خاں معلم اصلاح و ارشاد تونسہ شریف)

خریداران الفضل سے گذارش

اگر لاہور کے کسی دوست کو الفضل کا پرچہ نہ ملے یا الفضل سے متعلق کوئی اور شکایت پیدا ہو وہ نگران ایجنسی ملک سعادت احمد صاحب سے رابطہ پیدا کریں یا اسکی اطلاع دارالذکر میں کریں۔

اگر ربوہ کے کسی دوست کو پرچہ نہ ملے تو وہ اسکی اطلاع ملک جی برادر گول بازار ربوہ کو کر دیں۔ (منیجر الفضل ربوہ)

اچھے دانت اعلیٰ صحت کی ضمانت ہیں
کیریز دانتوں کے گھن کے لئے ANTI CARIES
پائیوریا ماسخورہ کیلئے ANTI PYORRHOEA
استعمال کیجئے اور ہمیشہ کیلئے ان بیماریوں سے نجات پایئے
قیمت فی کورس ۰/۱۰ دانتوں کی حفاظت کا رسالہ مفت
کیور ہومیو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ لاہور۔ کراچی
ہیڈ آفس:۔ ڈاکٹر راجہ ہومیو اینڈ کمپنی ربوہ فون ۶۰۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلسل اور نہ تھکنے والے عمل اور دُعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو

اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا تمہیں مل جائیگی اور کامیابی اور رفعت یقیناً حاصل ہو گی!

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ر اپریل ۱۹۷۲ء میں تدبیر اور دُعا کو اس کے کمال تک پہنچانے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سب کو اپنی اپنی جگہ سوچنا چاہیئے کہ ہم کم سے کم ناجائز بوجھ ڈالیں۔ کم سے کم میں اس لئے کہتا ہوں کہ بہرحال انسان کمزور ہے کمزوری بھی ہو سکتی ہے۔ ورنہ اصولاً تو یہ ہے کہ قطعاً کوئی بوجھ نہ پڑے۔ پس کم سے کم بوجھ ڈال کر احبابِ جماعت کے لئے زیادہ سے زیادہ بشاشت اور سہولت کے سامان پیدا کریں۔ یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ سامان کس طرح مہیا ہو سکتے ہیں۔

بعض جگہ مَیں نے دیکھا ہے کہ کاغذ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور عقل اور عمل سے تھوڑا۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ کاغذی گھوڑے دوڑانے کے ساتھ تو کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ پھر بعض جگہ مَیں نے دیکھا ہے کہ غلط عمل کرتے ہیں۔ اور غلط عمل کی وجہ سے نتیجہ صحیح نہیں نکلتا اور نہ پھل پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوشش تو بڑی کی مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی مذہبی جماعت انکار کر سکتی ہے کہ جب سے انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا اُس وقت سے لے کر آج تک انسان نے یہی دیکھا کہ جب خلوصِ نیت کے ساتھ اور اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے قانون اور خدا تعالےٰ کی بتائی ہوئی تدبیر کے ماتحت کام کیا جاتا ہے۔ جس تدبیر میں دعا بھی شامل ہو تو وہ کام بے نتیجہ نہیں رہ سکتا۔ کبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے حکم اور غلبہ اور عزت کے ثابت کرنے کے لئے ایک مثال قائم کر دیتا ہے کہ کوشش کا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور پھر چھن جاتا ہے۔ انفرادی طور پر بھی ایسا ہوتا ہے اور اجتماعی طور پر بھی۔ لیکن اس میں بھی حکمت ہوتی ہے اور کوئی سبق دینا مقصود ہوتا ہے۔ کوئی اَور غفلت ہوتی ہے جسے دُور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کا عام قانون یہی ہے کہ اگر اس کے بتائے ہوئے طریق پر اور اس کے قائم کردہ قانون کے مطابق کوشش کرو گے تو پھل پاؤ گے۔ یہ عام قانون ہے۔ ناکام ہونے والوں کی غلطی اپنی ہوتی ہے اور سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ ہمیشہ ہر ناکامی اپنی طرف منسوب کرو۔ اگر تم نے کامیاب ہونا ہے تو اپنی اصلاح کی کوشش کرو اور محاسبہ کرو۔ نفس کا بھی محاسبہ اور جماعتی تنظیم کا بھی محاسبہ۔ کوئی کمزوری یا غفلت یا بے ثمر ہونا خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا پس اسے اپنی طرف منسوب کرو اور اس کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے تو بڑا سخت غصہ آتا ہے اگر میرے سامنے کوئی ایسی بات کرے کہ ہم نے تو کوشش کی تھی مگر نتیجہ کوئی نہیں نکلا۔ نعوذ باللہ گویا اللہ تعالیٰ بڑا ظالم ہے جس نے کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ یہ تو ناممکن بات ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ تمہارے دل میں جو اللہ تعالےٰ کا پیار ہے اور ہمیں صفاتِ باری کی جو معرفت حاصل ہے وہ اس کی نفی کرتی ہے۔

پس تمہاری کوشش کے نتیجہ میں جو ناکامی پیدا ہوتی ہے وہ تمہاری بدعملی اور کم عقلی کا نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اگر تم خدا کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق کام کرو گے، حُسنِ عمل ہوگا جو دُعا کے ستونوں کے اُوپر کھڑا ہوگا پھر ناکامی کا سوال ہی نہیں اور رفعت یقیناً حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم بظاہر حسنِ عمل کرو اور دعا کے ستون اس کے لئے تیار نہ کرو تو وہ بلندی تمہیں نہیں ملے گی اور کامیابی تمہارے نصیب میں نہیں ہوگی۔ لیکن جیسا کہ خدا نے کہا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ کہ ایک مسلسل اور نہ تھکنے والے عمل اور دعا کے ساتھ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو اللہ تعالےٰ کی رضا تمہیں مل جائے گی۔ ہم اس کو فلاح کہتے ہیں اور ہماری کوششوں کا یہی پھل ہے صرف سمجھانے کے لئے نام مختلف رکھے جاتے ہیں"۔

(الفضل مؤرخہ ۴ر جون ۱۹۷۲ء)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیہ نفوس کرتی ہے۔

اخبارِ احمدیہ (بقیہ صفحہ اوّل)

تیسری بات یہ ہے کہ قرآنی تعلیم کی رُو سے ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں اور اگر کوئی اپنے آپ کو ہمارا دشمن تصور کرتا ہے تو وہ غلطی خوردہ ہے۔ ہم کسی کے دشمن ہو کیسے سکتے ہیں جبکہ خدا نے ہمیں اسلام اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنی نوع انسان کے دل جیتنے کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں بلکہ سب کے دل سے خیر خواہ ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز ہم محبت و پیار، حسن سلوک اور بے لوث خدمت کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام بنی نوع انسان کے دل جیت کر رہیں گے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ چونکہ ہم کسی کے دشمن نہیں بلکہ سب کے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں اس لئے ہمیں ان کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالےٰ ان کی رہنمائی فرمائے اور انہیں بھی اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی دعاؤں کے حلقہ کو وسیع سے وسیع تر کرتا چلا جائے اور تمام بنی نوع انسان کی دینی و دنیوی فلاح اور سلامت روی اور سلامتی کے لئے دعاؤں کو اپنا معمول بنالے۔

پانچویں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت عطا کی ہے۔ ہم نے دوسروں کے دُکھ دُور کرنے کے لئے اپنی طاقت اور استطاعت کو نہیں دیکھنا بلکہ مقدور بھر کوشش کے بعد اپنے ہمہ قدرت اور ہمہ طاقت خدا کے حضور کمال عاجزی سے جھکتے ہوئے اس کی جناب میں یہ عرض کرتے چلے جانا ہے کہ ہم کمزور ہیں، ذرّہ ناچیز ہیں، ہم اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق ہی دوسروں کے دُکھ دُور کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن تجھے ہر قدرت اور طاقت حاصل ہے تُو ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈال اور ان کے عظیم الشان نتائج ظاہر فرما اور ایسا کر کہ ہم کمزوروں اور عاجزوں کے ذریعہ دُنیا کے دُکھ دُور ہوتے چلے جائیں۔

چونکہ امراء اضلاع نے واپس جانا تھا اس لئے حضور نے جمعہ کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز بھی جمع کر کے پڑھائی۔

مفتی اعظم فلسطین کی وفات پر
وزیر اعظم بھٹو کا اظہارِ تعزیت

اسلام آباد ۵ر جولائی۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے مفتی اعظم فلسطین الحاج سیّد امین الحسینی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ ایک تعزیتی پیغام میں انہوں نے کہا کہ انہوں نے عالمِ اسلام کی گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور پاکستانی موقف کی حمایت کرتے رہے۔ پاکستانی عوام کو مرحوم سے گہری محبت تھی۔ وہ نہ صرف فلسطینیوں کے رہنما تھے بلکہ دُنیا بھر کے عوام کے انقلابی لیڈر تھے۔ وہ تمام عمر اسلامی دُنیا کی خدمت کرتے رہے۔

وزیر اعظم نے اپنے پیغام میں سوگوار خاندان سے بھی دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ یاد رہے الحاج سیّد امین الحسینی ۴ر جولائی کو بیروت کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کی عمر ۷۶ سال تھی۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴